© rasailojaraid.com

اہل السنّت والجماعۃ کون؟

حافظ نذیر احمد ہاشمی

اَہل کا معنی ومفہوم

ابن منظور افریقی لسان العرب میں لکھتا ہے:

اَلْاَھْلُ ۔ اھل الرجل وَاَھْلُ الدار[1]

''کسی شخص کے متعلقین یا گھر والے''۔

فیروز آبادی نے لکھا ہے:

اھل الرجل: عشیرته وذووا قرباه۔ والجمع أهلون وأهال وآهال وأهلات[2]

''اھل الرجل کا معنی اس کا کنبہ اور رشتہ دار ہیں اس کی جمع أهلون' أهال' آهال اور أهلات آتی ہیں''۔

صاحب محیط نے لکھا ہے کہ عبرانی زبان میں اھل کے مادے سے ohel کے معنی خیمہ کے ہیں' یعنی وہ لوگ جو کسی کے ساتھ ایک خیمہ میں رہتے ہوں۔ پھر مجازاً آدمی کے قریبی رشتہ داروں پر ''اھل بیت الرجل'' کا لفظ بولا جانے لگا اور عرف میں ''اھل البیت'' کا لفظ آنحضرت ﷺ کے خاندان پر بولا جانے لگا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ......﴾ (الاحزاب:۳۳)[3]

جب اہل کسی شہر یا ملک کے لوگوں کے متعلق مستعمل ہو تو اس کا مطلب ہوتا ہے اس شہر یا ملک کے باشندے۔ مثلاً اہل مدین' اہل یثرب اور اہل القریٰ وغیرہ۔

اس لفظ سے دوسرے تصورات بھی وابستہ ہیں اور اس قسم کی ترکیبوں میں اس کا استعمال قدرے غیر معین معنی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں ''کسی چیز میں حصہ دار'' یا ''اس سے منسوب'' یا ''اس شے کا مالک'' وغیرہ۔ بعض مرکبات میں (جو بہت کثرت سے استعمال ہوتے ہیں) اہل' جزوِ ترکیبی ہے' مثلاً اھل الامر وغیرہ۔ اھل المذھب من یدین به واھل الامر وُلاته واھل البیت سُکّانه واھل الاسلام من یدین به[4]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین میں اشتراک کے لیے یہی لفظ ''اہل'' قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے سلسلے میں کہا گیا: ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ﴾ (هود:٤٦) یہاں اہل میں سے نہ ہونے کی وجہ دین اور طریق میں عدم اشتراک ہے۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا حقیقی معنوں میں تب اہل ہوتا اگر وہ دین اور طریق میں بھی ان کے نقش قدم پر چلتا۔

بقول صاحب لسان العرب اہل کے معنی سزاوار اور شایانِ شان کے بھی ہوتے ہیں۔

هو اهل لكذا اى مستوجب له (٥)

آیت قرآنی ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ (النساء:٥٨) میں اہل سے مراد امانت والے بھی' اور سزاوار اور مستحق لوگ بھی ہیں۔ اہلیت سے مراد صلاحیت اور قابلیت بھی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ امانتیں اور اختیارات ان لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے قابل ہوں' نااہل لوگوں کے سپرد مت کرو۔

اہل القرآن کا معنی: **هم اهل الله وخاصته اى حفظة القرآن العاملون به** (٦)

''اہل قرآن سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ والے ہیں اور قرآن سے اختصاص رکھتے یعنی قرآن مجید کے محافظ اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔''

دوسرا لفظ سنت ہے' جس کا لغوی مفہوم راستہ' عادت' رسم اور شریعت ہے' اور اصطلاحی مفہوم وہ باتیں جن کے کرنے کا حکم آنحضرت ﷺ نے قولاً' فعلاً یا تقریراً دیا یا ان سے منع فرمایا ہو۔

سنت میں خلفاءِ راشدین کی سنت بھی شامل ہے' جیسا کہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا ......)) (٧)

امام راغب فرماتے ہیں:

''سنت النبی ﷺ کا مفہوم حضور ﷺ کا وہ طریق جس پر آپ عملی زندگی میں کاربند رہے''۔ (٨)

ابن الاثیر نے النہایہ میں لکھا ہے:

السنة :الاصل فيها الطريقة والسيرة واذا اطلقت فى الشرع فانما يراد بها ما أَمَرَ به النبى ﷺ ونهى عنه وندب اليه قولاً وفعلاً مما لم ينطق به الكتاب العزيز (٩)

''سنت کا اصل معنی طریقہ ہے' اور جب شریعت میں سنت کا لفظ بغیر کسی اور قید کے استعمال ہو تو اس سے مراد وہ امور ہوتے ہیں جن کا آپ نے حکم فرمایا ہو یا ان سے منع فرمایا ہو' قول کے ذریعے یا فعل کے ذریعے' اور وہ امور ایسے ہوں جن کی تصریح قرآن مجید میں نہ ہوئی ہو۔''

محب اللہ بہاری نے مسلم الثبوت میں لکھا ہے:

ما صدر عن النبى ﷺ من غير القرآن من قول او فعل او تقرير (١٠)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''سنت وہ امور ہیں جو نبی مکرم ﷺ سے قرآن مجید کے علاوہ قول' فعل' یا تقریر کی صورت میں صادر ہوں۔''

اہل السنّت کا اصطلاحی مفہوم

مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں (سنی اور شیعہ) میں سے مقدم الذکر کا نام اہل السنّت ہے۔ یعنی سنت رسول اللہ ﷺ اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل پیرا ہونے والے لوگ۔ بالفاظ دیگر اس فرقے کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے اعتقادات' اعمال اور مسائل کا محور رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیحہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار ہیں۔

الجماعۃ کا مفہوم

الجماعۃ : مادہ ج م ع

جمع کے معنی ہیں اکٹھا کیا' اتفاق کیا' متفرق چیزوں کو قریب لا کر ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا۔

جماعۃ کے معنی بقول ابن منظور افریقی:

عدد کل شیءٍ و کثرتہٗ (۱۱)

''ہر ایک شے کی تعداد اور اس کی کثرت''۔

مادہ ج م ع کا استعمال اگرچہ قرآن مجید میں بارہا ہوا ہے تاہم لفظ ''الجماعۃ'' الفاظ قرآنیہ میں سے نہیں' البتہ حدیث مبارکہ میں جماعۃ کا لفظ مختلف معنوں میں بکثرت ہوا ہے۔

(۱) جماعۃ کا لفظ با جماعت نماز میں شریک ہونے والوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

((اِلْاِثْنَانِ فَمَا فَوْقَھُمَا جَمَاعَۃٌ)) (۱۲)

''دو یا دو سے زیادہ مرد جماعت ہیں (انہیں با جماعت نماز پڑھنی چاہیے)''۔

((صَلَاۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلَاۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً)) (۱۳)

''با جماعت نماز کو اکیلے نماز پر ستائیس درجہ فضیلت حاصل ہے''۔

(۲) دوسرا استعمال مسلمانوں کی اس جماعت کے لیے ہوا ہے جو کسی امام کی اطاعت پر جمع ہو۔ یہ استعمال ان احادیث میں ہوا ہے جہاں یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ چنانچہ ابو ادریس خولانی ؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حذیفہ بن الیمان ؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

کَانَ النَّاسُ یَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الْخَیْرِ وَکُنْتُ أَسْأَلُہٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَۃً اَنْ یُدْرِکَنِیْ' فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ' اِنَّا کُنَّا فِیْ جَاھِلِیَّۃٍ وَشَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰہُ بِھٰذَا الْخَیْرِ' فَھَلْ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: ((نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ))۔ قُلْت وَمَا دَخَنُهٗ؟ قَالَ: ((قَوْمٌ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِىْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ)) قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: ((نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا)) قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: ((هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا)) قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِىْ اِنْ اَدْرَكَنِىْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: ((تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ)) قُلْتُ: فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا اِمَامٌ؟ قَالَ: ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ))(١٤)

''لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور میں شر کے بارے میں زیادہ سوال کیا کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں یہ شر مجھ پر نہ پڑ جائے۔ چنانچہ میں نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم لوگ جاہلیت اور شر کی حالت میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالیٰ یہ خیر ہمارے پاس لے آئے (ایمان واسلام اور امن وامان) تو کیا اس خیر کے بعد دوبارہ شر آئے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں آئے گا''۔ میں نے سوال کیا: کیا اس شر کے بعد دوبارہ خیر آئے گی؟ فرمایا: ''ہاں آئے گی مگر اس میں گدلا پن ہوگا''۔ میں نے سوال کیا: یہ گدلا پن کیسا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ''ایسے لوگ آئیں گے جو میری سنت کے خلاف قوم کی رہنمائی کریں گے' تم ان میں اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے بھی''۔ میں نے سوال کیا: اس قسم کی خیر کے بعد پھر شر آئے گا؟ فرمایا: ''ہاں ایسا شر آئے گا کہ جہنم کے دروازوں پر بلانے والے بیٹھے ہوں گے اور جو لوگ ان کی دعوت قبول کریں گے وہ ان کو جہنم میں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کی کچھ صفات بیان فرمایئے۔ فرمایا: وہ ہماری ہی قوم میں ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے۔ میں نے کہا: اگر یہ حالات مجھ پر آ گئے تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''مسلمانوں کی جماعت اور مسلمانوں کے امام کے ساتھ چمٹے رہو''۔ میں نے عرض کی: ''اگر مسلمانوں کی جماعت بھی نہ ہو اور ان کا کوئی امام بھی نہ ہو تو پھر کیا کروں گا؟ آپؐ نے فرمایا: ''ان سارے فرقوں سے الگ رہو اگرچہ تمہیں کسی درخت کی جڑوں کو دانتوں سے مضبوط پکڑنا پڑے یہاں تک کہ جب تم پر موت آئے تو تم اسی حالت پر ہو''۔

(۳) تیسرا استعمال عامۃ المسلمین کے لیے بھی ہوا ہے جنہیں قوم' ملک' نسل' رنگ اور زبان کے اختلافات سے قطع نظر محض دینی اور اسلامی رشتے نے ایک قوم بنا دیا ہو۔ مثلاً ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

((فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ))(١٥)

''حائضہ عورتیں بھی مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ عید گاہ میں حاضر ہو جائیں اور ان کی دعاؤں میں شرکت کریں' البتہ ان کی نماز پڑھنے کی جگہ سے الگ رہیں''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(٤) چوتھا استعمال سنت کے معنوں میں ہوا ہے:

اما ترك السنة فالخروج من الجماعة (١٦)

''سنت کو چھوڑ دینا جماعت سے نکل جانا ہے''۔

حنبلی عقیدے میں یہ خیال برابر کام کرتا رہا ہے کہ حقیقی مسلمان بننے اور جماعتِ مسلمین میں شامل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اُسوہ کو سمجھنے اور اس کی پیروی کرنے کے لیے جماعتِ صحابہؓ کے تعامل پر نظر رکھی جائے۔ چنانچہ ایک حنبلی عالم ابن بطة العکبری نے لکھا ہے:

''لزومِ جماعت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلک یا ان کی پیروی کرنے والوں سے اتفاق مراد ہے''۔ (١٧)

ابن حزم نے الجماعة کی تشریح میں صحابہ کرام کے ساتھ تابعین عظام اور مابعد کے ائمہ کی پیروی بھی ضروری قرار دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام میں لکھا ہے:

هم الصحابة والتابعون لهم باحسان ومن اتى بعدهم من الائمة (١٨)

''یعنی صحابہ کرام' تابعین عظام اور بعد میں آنے والے ائمہ''۔

جماعت کے تصور اور اس کے لوازم و شرائط کے بارے میں مختلف مکاتب فکر میں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ عبدالقاہر بغدادی نے اپنی کتاب کے دوسرے باب کی پہلی فصل میں اس پر روشنی ڈالی ہے' اور اس میں انہوں نے معنی کے لحاظ سے الجماعة کے مفہوم میں وسعت کا رجحان ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

والصحیح عندنا ان امة الاسلام تجمع المقرین بحدوث العالم وتوحید صانعه وقدمه وصفاته وعدله وحکمته ونفی التشبیه عنه ونبوة محمد ﷺ ورسالته الی الکافة وبتأیید شریعته وبان کل ما جاء به الحق وبان القرآن منبع احکام الشریعة وان الکعبة هی القبلة التی تجب الصلوٰة الیها فکل من اقرّ بذٰلك کله ولم یشبه ببدعة تؤدی الی الکفر فهو السُّنّی الموحّد۔ (١٩)

''ہمارے نزدیک صحیح یہی ہے کہ جو شخص حدوث عالم' خالق کائنات کی وحدانیت و قدامت' اس کی صفات' اس کی عدل و حکمت اور اس کی ذات کے کسی کے مشابہ نہ ہونے اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور ان کے پیغام کے تمام انسانوں کے لیے کافی اور برحق ہونے کا اعتقاد رکھے نیز قرآن کو احکامِ شریعت کا سرچشمہ سمجھے اور کعبے ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو فرض سمجھے اور علاوہ ازیں کسی ایسی بدعت میں ملوث نہ ہو جو کفر تک پہنچانے والی ہو تو ایسا شخص سنی اور موحد ہے۔ یعنی ملتِ اسلامیہ کے سوادِ اعظم اہل سنت والجماعت میں شامل ہے''۔

جبکہ اس کے برعکس حنبلی عقیدے میں دائرہ تنگ کرتے ہوئے اس پر زور دیا گیا ہے کہ سنتِ نبوی اور سنت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحابہؓ سے سرِمو انحراف نہ ہو ورنہ الجماعۃ کا مفہوم اس پر صادق نہ آ سکے گا۔

طبری کا رجحان اس طرف ہے کہ الجماعۃ کا مفہوم صرف صحابہ کی جماعت تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ لزوم الجماعۃ کے معنی ہیں کسی خاص زمانے تک محدود کیے بغیر ہر زمانے کے صحیح العقیدہ مسلمانوں کا اتفاقِ رائے۔

(۵) فقہاء کے ہاں جماعت کا لفظ باجماعت نماز ادا کرنے والوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ محمد اعلیٰ تھانوی نے کشاف اصطلاحات الفنون میں بذیل مادہ ج' م' ع لکھا ہے:

الفقهاء يريدون بها صلوة الامام مع غيره

اسی طرح فقہاء کے ہاں جماعت کا اصولی مفہوم وہ جماعتِ صحابہؓ ہے جو نماز میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوا کرتی تھی۔ بعد میں نماز سے قطع نظر اس لفظ سے صحابہ کی پوری جماعت مراد لی گئی۔

(٦) الجماعۃ بمعنی اہل السنّت والجماعت: احادیث میں الجماعۃ کا اطلاق ان تمام مسلمانوں پر بھی ہوا ہے جو فکر و عمل کے اعتبار سے سنّتِ رسول اور سنّتِ اصحابِ رسول کا التزام کرتے ہیں' جن کو اصطلاح میں اہل السنّت والجماعت کہا جاتا ہے۔ الجماعۃ کا یہ مفہوم اس حدیث سے ماخوذ ہے جو حدیثِ افتراقِ اُمّت کے نام سے مشہور ہے:

عن مُعاوية رضي الله عنه قال: أَلَا إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فِيْنَا فَقَالَ: ((أَلَا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَإِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ)) وفي رواية ابن يحيى وعمرو **((وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِيْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ تَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ لِصَاحِبِهِ)) وقال عمرو: "الكلب بصاحبه لا يبقى منه عرق ولا مفصل الا دخله"**(۲۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: ''لوگو سنو! جو اہل کتاب تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت (میری اُمت) تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی' جن میں سے بہتر (۷۲) جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا' یہی جنّت میں جانے والے الجماعۃ ہیں''۔ دوسری روایت (ابن یحییٰ اور عمرو سے منقول) میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ ''میری اُمّت میں ایسے گروہ بھی ظاہر ہوں گے جن کے اندر یہ خواہشات نفسانی اس طرح پھیل جائیں گی جس طرح پاگل کتّے کے کاٹے ہوئے شخص کے جسم میں اس کے جراثیم پھیل جاتے ہیں۔'' یعنی اس کی کوئی رگ اور جوڑ ایسا نہیں ہوتا جس میں جراثیم داخل نہ ہوئے ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور سنن الترمذی کی روایت ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسولُ اللّٰہ ﷺ: ((لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ مَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَصْنَعُ ذٰلِکَ، وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَاءِ یْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً، کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً)) قَالَ: وَمَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: ((مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ)) (۲۱)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی اس روایت میں فرقہ ناجیہ کی تعیین کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا: ((مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ)) یعنی فرقہ ناجیہ وہ جماعت ہوگی جو میری سنت اور میرے صحابہ کی سنت پر قائم اور عامل ہوگی۔

افتراقِ اُمت کی اس حدیث میں جن بہتر (۷۲) فرقوں کا ذکر ہوا ہے وہ بھی اُمّت مسلمہ اور اہل قبلہ سے تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا تھا: ''وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃً'' بالفاظِ دیگر آپ ﷺ نے ان سارے فرقوں کے لیے ''اُمَّتِیْ'' کا لفظ استعمال فرمایا تھا۔ لیکن یہ بہتر (۷۲) فرقے خواہشاتِ نفسانی اور قرآن وسنت کی نصوص میں غلط اور باطل و من مانی تأویلات کر کے سنّت رسولؐ اور سنّت اصحابِ رسولؐ کے خلاف بدعات وخرافات کے راستے نکال کر ان پر چل پڑے۔ ان بہتر بدعتی فرقوں نے اسلام سے اپنا تعلق توڑے بغیر سوادِ اعظم سے اپنے راستے الگ کر لیے تھے۔ یہ بہتر بدعتی فرقے کون ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو ان کے نام بتائے اور نہ ہی ان کے عقائد ونظریات کی تفصیل بتائی ہے، بلکہ ان کی پہچان کے لیے ایک جامع قسم کی صفت اور علامت بتا دی جس سے وہ پہچان لیے جائیں گے اور وہ امتیازی وصف وعلامت سنت رسولؐ، سنت خلفائے راشدین اور سنت اصحاب رسولؐ کا التزام چھوڑ کر ہوائے نفس کا اتباع کرنا ہے۔ چنانچہ اس فرقہ ناجیہ کی تشریح کبھی آپ ﷺ نے ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ'' سے کی اور کبھی ''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ'' سے اور کبھی ''عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ'' سے۔ چنانچہ ان فرقوں کے ظہور کے وقت مسلمانوں نے انہیں پہچان لیا اور محدثین نے ان کے نام اور عقائد معلوم کر کے اُمت مسلمہ کو ان سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی۔

''الجماعۃ'' کا یہ مفہوم (یعنی اہل السنّت والجماعت) اس حدیث سے بھی ماخوذ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاَنَا اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ، اَللّٰہُ اَمَرَنِیْ بِھِنَّ: اَلسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَالْجِھَادِ وَالْھِجْرَۃِ وَالْجَمَاعَۃِ، فَاِنَّہٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ قِیْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ اِلَّا اَنْ یَرْجِعَ۔ وَمَنِ ادَّعٰی دَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ فَاِنَّہٗ مِنْ جُثَا جَھَنَّمَ)) فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاِنْ صَلّٰی وَصَامَ؟ فَقَالَ: ((وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی، فَادْعُوْا بِدَعْوَی اللّٰہِ الَّذِیْ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ عِبَادَ اللّٰہِ)) (۲۲)

''اور میں تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ سننا' ماننا' جہاد کرنا' ہجرت کرنا اور الجماعۃ کا التزام کرنا۔ اس لیے کہ جو شخص الجماعۃ سے بالشت برابر بھی الگ ہوا تو اس نے اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اُتار دیا' اِلا یہ کہ دوبارہ لوٹ آئے۔ اور جو لوگ جاہلیت (نسلی عصبیت) کی دعوت دیتے ہیں تو وہ جہنمی ہیں''۔ ایک شخص نے پوچھا اگرچہ وہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہوں؟ فرمایا: ''اگرچہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہوں۔ پس اللہ کے بندو! تم لوگوں کو اللہ کی جانب بلاؤ جس نے تم کو مسلمین اور مؤمنین کا نام دیا ہے''۔

ملا علی قاری نے ''مرقاۃ'' میں ''من خرج من الجماعۃ قید شبرٍ'' کی وضاحت میں لکھا ہے:

من فارق ما علیہ الجماعۃ بترک السنۃ واتباع البدعۃ (۲۳)

مذکورہ بالا بحث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ''الجماعۃ'' کا اطلاق تمام ان مسلمانوں پر ہوتا ہے جو سنت رسول ﷺ اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا التزام کرتے ہوں جن کو اہل السنّت والجماعت کہا جاتا ہے' اور التزامِ جماعت کا مفہوم یہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے اصولوں کی پابندی کی جائے اور ان سے خروج وشذوذ نہ کیا جائے۔

اہل السنّت والجماعت کی اصطلاح

اہل السنّت والجماعت حضرات ائمہ اربعہؒ سے بھی پہلے تھے' لیکن اس وقت اس نام سے موسوم نہ تھے' بلکہ اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی۔ یہ اصطلاح لفظی اعتبار سے اگرچہ دیر کے بعد ظہور میں آئی مگر عملی طور پر ملت اسلامیہ کی غالب اکثریت آغاز ہی سے اس پر کاربند تھی اور ایسے مصلحین کی بھی کمی نہیں رہی جو ملت کی وحدت کے لیے ہمہ تن سرگرم رہے۔ مثلاً امام اشعری سے پہلے ''المحاسبی'' (متوفی ۲۴۳ھ/۸۵۷ء) نے اہل السنّت کے عقائد کی تائید کی اور اس کے لیے علمِ کلام کو بطورِ ہتھیار استعمال کیا۔

یہ اصطلاح مکمل اور جامع شکل میں کب مروّج اور مستعمل ہوئی اس سلسلے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے' البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ تیسری صدی ہجری میں خلیفہ متوکل (۲۳۲ھ/۸۴۶ء۔۸۴۷ تا ۲۴۷ھ/۸۶۱ء) کے عہد میں اور امام ابوالحسن الاشعری (۲۶۰ھ/۸۸۳ء۔۸۸۴ء تا ۳۲۴ھ/۹۳۶ء) کی تحریک کے بعد یہ اصطلاح عام ہوگئی۔ اس دور میں جمہورِ اُمت' جماعت اور اہل السنّت کی جگہ اہل السنّت والجماعۃ کی اصطلاح زیادہ مروّج ہوئی۔ (۲۴) الفرق الاسلامیہ کے مصنف کا قول نقل کرتے ہوئے الزعبی لکھتا ہے: ''اس دور میں لوگوں نے ابوالحسن الاشعری کا مذہب اپنا لیا اور اہل السنّت والجماعۃ کے نام سے موسوم ہوئے''۔ (۲۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عثمان ؓ کی شہادت اور جنگ جمل و صفین کے واقعات نے ملّتِ بیضاء کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ نیز دوسرے ادیان اور فلسفیانہ افکار رکھنے والی اقوام سے اختلاط کے باعث اسلام میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو گیا' افکار میں اضطراب پیدا ہو گیا اور کئی ایک فرقے پیدا ہو گئے جن میں سے اصل فرقے چار ہیں: قدریہ (معتزلہ)' خوارج' روافض (شیعہ) اور مرجۂ۔ باقی جتنے چھوٹے بڑے فرقے اور گروہ بنے ہیں وہ انہی چار کی ذیلی شاخیں اور گروپ ہیں جو الگ الگ ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں۔(٢٦)

قاضی عضد و سید شریف نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ اسلام کے اصل آٹھ فرقے ہیں: معتزلہ' شیعہ' خوارج' مرجۂ' نجاریہ' جبریہ' مشبہہ اور ناجیہ (اہل السنّت والجماعت)۔ اس کے بعد ان آٹھ فرقوں کی ذیلی شاخوں اور گروہوں کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے: معتزلہ ۲۰' شیعہ ۲۲' خوارج ۲۰' مرجۂ ۵' نجاریہ ۳' مشبہہ ۱' ناجیہ ۱' کل ۷۳۔ مقریزی نے تاریخ مصر میں اصل فرقوں کی تعداد پانچ بتائی ہے: سنی' شیعہ' معتزلہ' خوارج' مرجۂ (٢٧) جبکہ شہرستانی نے لکھا ہے کہ بڑے بڑے اسلامی فرقے چار ہیں:

(۱) القدریہ (معتزلہ)' (۲) الصفاتیہ' (۳) الخوارج' (۴) الشیعہ۔

بعد ازاں ان فرقوں میں سے بعض بعض دوسروں کے ساتھ مل گئے ہیں اور ہر فرقہ سے متعدد اصناف (شاخیں) پھوٹ پڑی ہیں اور یوں ان کی تعداد تہتر فرقوں تک جا پہنچی۔(٢٨)

اسلامی فرقوں میں اختلاف کے اصول

شہرستانی نے وہ بڑے بڑے اصول بیان کیے ہیں جن کی اساس پر اسلامی فرقوں کی تعداد کا تعین ممکن ہے۔ ان کے خیال میں اختلاف کے اصول چار ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) صفات و توحید باری تعالیٰ:

ایک جماعت صفاتِ ازلیہ کا اثبات کرتی ہے جبکہ دوسری جماعت اس کی نفی کرتی ہے۔ یعنی خدا کے متعلق قرآن مجید میں جو الفاظ اس قسم کے مذکور ہیں جو جسمانیات کے لیے مخصوص ہیں' مثلاً عرش پر متمکن ہونا ﴿اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۝۵﴾ (طٰہٰ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے جھرمٹ میں آنا ﴿وَّ جَآءَ رَبُّکَ وَ الۡمَلَکُ صَفًّا صَفًّا ۝۲۲﴾ (الفجر) وغیرہ ان کے حقیقی معنی مراد ہیں یا مجازی؟ اس سوال نے متعدد فرقے پیدا کر دیے (اشعریہ' کرامیہ' مجسمہ اور معتزلہ)۔ محدثین اور اشاعرہ ان آیات سے حقیقی مفہوم مراد لیتے ہیں۔ پھر ان ہی میں سے بڑھتے بڑھتے دو فرقے مجسمہ اور مشبہہ نکل آئے جو اللہ کے ہاتھ پاؤں تک مانتے ہیں۔ جبکہ معتزلہ کے نزدیک ان آیات سے مجازی مفہوم مراد ہے۔ اسی وجہ سے ان کو منکرین صفات کہا جاتا ہے۔

اس مسئلہ کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ خدا کی صفات کو اگر قدیم مانیں تو تعددِ قدماء لازم آتا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حادث مانیں تو خدا کا محل حوادث ہونا خدا کے حدوث کو مستلزم ہے۔ پہلی مشکل سے بچنے کے لیے معتزلہ نے یہ رائے اختیار کی کہ خدا کی علیحدہ صفات نہیں ہیں بلکہ اس کی ذات ہی سے وہ تمام نتائج حاصل ہوتے ہیں جو ہمیں صفات سے ہوتے ہیں۔ جبکہ محدثین سمجھے کہ یہ خدا کی صفات کا انکار ہے' اس بنا پر انہوں نے خدا کی جداگانہ صفات قرار دیں۔

(۲) قدر و عدل:

یہ چند مسائل پر مشتمل ہے' یعنی قضاء' قدر' جبر' کسب' خیر و شر' ارادۂ الٰہی مقدور اور معلوم۔ ایک جماعت ان کو ثابت کرتی ہے اور دوسری ان کی نفی کرتی ہے اور ان مسائل میں قدریہ (معتزلہ) نجاریہ' جبریہ' اشعریہ اور کرامیہ کے مابین اختلافات ہیں۔

وضاحت: انسان سے صادر ہونے والے افعال کو اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بس میں کچھ بھی نہیں' یہاں تک کہ ہمارا ارادہ اور خواہش بھی ہماری اختیاری نہیں ﴿وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ ۭ﴾ (الدھر) لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر ہم اپنے افعال میں مجبور ہیں تو مذہب کی جان (ثواب و عقاب کی بنیاد) اکھڑ جاتی ہے۔ قرآن مجید میں دونوں قسم کی آیتیں موجود ہیں۔ بعض میں صاف تصریح ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ خدا ہی کراتا ہے: ﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ﴾ (النساء:۷۸) اور بعض میں یہ تصریح ہے کہ انسان اپنے افعال کا آپ ذمہ دار ہے: ﴿وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ﴾ (النساء:۷۹) اس بنا پر اہل اسلام میں دو رائیں قائم ہوگئیں۔ جو لوگ زیادہ آزاد تھے انہوں نے صاف صاف جبر کو مانا اور جبریہ کہلائے۔ جو اس لفظ میں جھجکتے تھے انہوں نے کسب و ارادہ کا پردہ رکھا اور اس کے موجد ابوالحسن اشعری تھے' ورنہ قدماء اس کا نام بھی نہیں لیتے۔ اس کے برعکس معتزلہ نے یہ رائے قائم کی کہ انسان اپنے تمام افعال میں مختار محض ہے' البتہ یہ اختیار اس کو اللہ نے دیا ہے' اس لیے اللہ کے اختیار مطلق میں اس سے فرق نہیں آتا۔

(۳) وعد و وعید' اسماء و احکام

ان میں ایمان' توبہ' وعید' ارجاء' تکفیر و تضلیل کے مسائل شامل ہیں۔ ان مسائل کا ایک جماعت ایک وجہ اور طریقہ پر اثبات کرتی ہے جبکہ دوسری جماعت ان کی نفی کرتی ہے۔ ان میں مرجہ' وعیدیہ' معتزلہ' اشعریہ اور کرامیہ کے درمیان اختلاف ہیں۔

وضاحت: ایمان کی حقیقت میں اعمال بھی داخل ہیں یا نہیں؟ چونکہ اکثر احادیث میں حیا وغیرہ کی نسبت یہ الفاظ ہیں: ''اِنَّهٗ مِنَ الْاِيْمَانِ'' اس لیے محدثین نے سمجھا کہ ایمان کی حقیقت میں اعمال بھی داخل ہیں' لیکن اہل نظر جن میں امام ابوحنیفہ ؒ سب سے پیش رو تھے' نے اس سے اختلاف کیا اور اعتقاد و عمل میں تفریق کی۔ محدثین نے ان لوگوں کا نام مرجہ رکھا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ ؒ کو بہت سے محدثین مرجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

(۴) سمع، عقل، رسالت و امامت:

یہ مباحث چند مسائل پر مشتمل ہیں۔ یعنی تحسین، تقبیح، صلاح، اصلح، لطف، عصمت نبی، شرائط امامت۔ یہ امامت ایک جماعت کے ہاں نص سے ثابت ہے اور دوسری کے نزدیک اجماعِ اُمت سے۔ جو لوگ امامت میں نص کے قائل ہیں ان کے مطابق اس کے منتقل ہونے کی کیفیت اور جو لوگ اجماع کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے نزدیک اس کے اثبات کی کیفیت۔ شیعہ، خوارج، معتزلہ، کرامیہ اور اشعریہ کے درمیان ان امور میں اختلافات ہیں۔

وضاحت: تحسین و تقبیح کی وضاحت، عقل و نقل میں کس کو ترجیح ہے یا یہ کہ عقل و نقل کی کیا حدود ہیں؟ تمام اشاعرہ نقل کو اور معتزلہ وغیرہ عقل کو ترجیح دیتے ہیں۔

اس اصول کی بنیاد پر جو تفصیلی عقائد قائم ہوئے، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:(۲۹)

اشعریہ: کوئی شے فی نفسہٖ اچھی یا بری نہیں، شارع جس شے کو اچھی کہہ دیتا ہے وہ اچھی اور جس کو بری کہہ دیتا ہے وہ بری ہو جاتی ہے۔

معتزلہ: ہر شے پہلے سے اچھی یا بری ہے۔ شارع ایسی چیز کو اچھی کہتا ہے جو فی نفسہٖ اچھی تھی اور اس چیز کو بری کہتا ہے جو پہلے سے بری تھی۔

اشعریہ: اللہ محالات کا حکم دے سکتا ہے اور دیتا ہے۔

معتزلہ و حنفیہ: اللہ کسی محال چیز کا حکم نہیں دے سکتا۔

اشعریہ: اللہ پر عدل و انصاف کرنا ضروری نہیں۔

معتزلہ: ضروری ہے۔

اشعریہ: اللہ عبادت کے عوض میں عذاب دے سکتا ہے اور گناہ کے بدلے میں انعام۔ اور اگر وہ ایسا کرے تو ناانصافی نہیں ہے(۳۰)

معتزلہ: اللہ کبھی ایسا نہیں کر سکتا اور ایسا کرے تو ظلم اور ناانصافی ہے۔

البغدادی نے ''الفرق بین الفرق'' میں اہل السنّت والجماعت کی آٹھ اصناف بیان کی ہیں۔ اس کا خلاصہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

صنفِ اوّل میں وہ اصحابِ علم شامل ہیں جو توحید، نبوت، احکام، وعد و وعید، ثواب و عقاب، اجتہاد اور امامت و قیادت کے بارے میں صحیح اور کامل معلومات سے بہرہ ور ہیں اور انہوں نے خوارج وغیرہ اور تشبیہہ و تعطیل کے معتقد متکلمین سے الگ راستہ اختیار کیا ہے۔

صنفِ دوم میں فقہاء شامل ہیں جو قرآن و سنت اور اجماع صحابہؓ سے استنباط احکام کا منصب سنبھالے ہوئے ہیں۔ جن میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اوزاعی، سفیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثوری، ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ ان کے اصحاب اور اہل الظاہر شامل ہیں۔

صنف سوم میں علماء حدیث شامل ہیں۔

صنف چہارم میں وہ علماء ادب ونحو وصرف شامل ہیں جو فرق ضالہ قدریہ' رافضہ اور خوارج وغیرہ سے الگ تھلگ رہے' جیسے خلیل بن احمد' ابوعمرو بن العلاء' سیبویہ' فراء' اخفش' اصمعی' مازنی' ابوعبید وغیرہ کوفیین وبصریین ائمہ نحو۔

صنف پنجم: وہ قراء اور مفسرین جو قراءاتِ قرآن اور تفسیر وتاویل آیاتِ قرآن میں مذہبِ اہل السنّت والجماعت کے پابند رہے۔

صنف ششم میں وہ زہاد وصوفیاء شامل ہیں جو توحید اور نفی تشبیہہ کے قائل اور قناعت' تسلیم اور توکل کی صفات سے متصف ہیں۔

صنف ہفتم: وہ مجاہدین اور شمشیر بکف محافظین دین ہیں جن کا شیوہ اسلام اور اہل اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرنا ہے' اور جو مملکتِ اسلامیہ کی حفاظت کے لیے ہمہ وقت تیار اور سر بکف رہتے ہیں۔

صنف ہشتم: وہ عوام الناس کا طبقہ ہے جو توحید' عدل' وعد و وعید وغیرہ کے بارے میں علماء اہل السنّت والجماعت کے عقائد کی تصویب اور حلال وحرام میں ان کی تقلید کرتے ہیں اور فرق ضالہ کی پھیلائی ہوئی بدعات میں سے کسی بھی بدعت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ (۳۱)

فرقہ ناجیہ کے اہم ستون

اہل السنّت والجماعت کے اہم ستون دو ہیں: (۱) اشاعرہ (۲) ماتریدیہ

علامہ عبدالباقی المواہبی حنبلی لکھتے ہیں:

طوائف اهل السنة ثلاثة :اشاعرة' ماتريدية و حنابلة (۳۲)

''اہل السنّت کے تین گروہ ہیں: (۱) اشاعرہ' (۲) ماتریدیہ' (۳) حنابلہ۔

صاحب عقیدہ سفارینیہ امام محمد السفارینی حنبلی نے لکھا ہے:

اهل السنة والجماعة ثلاث فرق: الاثرية وامامهم احمد بن حنبل والاشعرية وامامهم ابوالحسن الاشعرى والماتريدية وامامهم ابومنصور الماتريدى (۳۳)

''اہل السنّت والجماعت کے تین گروہ ہیں۔ اثریہ اور ان کے امام احمد بن حنبل۔ اشعریہ اور ان کے امام ابوالحسن اشعری اور ماتریدیہ اور ان کے امام ابومنصور ماتریدی''۔

ایک اور مقام پر فرقہ ناجیہ کی تعیین کرتے ہوئے لکھا ہے:

قال بعض العلماء : هم ـ يعنى الفرقة الناجية ـ اهل الحديث يعنى الاثرية والاشعرية والماتريدية ـ (۳٤)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''بقول بعض علماء فرقہ ناجیہ اہل الحدیث یعنی اثریہ' اشعریہ اور ماتریدیہ ہیں''۔

امام مرعی بن یوسف الکرمی الحنبلی نے لکھا ہے:

وفرقة اخرى اثبتت الصفات المعنوية من نحو السمع والبصر والعلم والقدرة والكلام وهو مذهب جمهور اهل السنة والجماعة واتباع ائمة المذاهب الاربعة' ثم اختلفوا فيما ورد به السمع من لفظ العين واليد والوجه والنفس والروح ففرقة اولتها على ما يليق بجلال الله تعالى وهم جمهور المتكلمين من الخلف ...... وفرقة اثبتت ما اثبته الله ورسوله منها واجروها على ظواهرها......(۳۵)

''اور ایک فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے سمع' بصر' علم' قدرت اور کلام وغیرہ صفات کا اثبات کرتا ہے اور یہ جمہور اہل السنّت والجماعت اور ائمہ مذاہب اربعہ کے پیروکاروں کا مذہب ہے۔ پھر ان کا عین' ید' وجہ' نفس اور روح وغیرہ صفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک فرقہ تو ان صفات کی اللہ تعالیٰ کے جلال کے لائق تاویل کرتا ہے اور یہ خلف میں سے جمہور متکلمین ہیں ......اور ایک دوسرا فرقہ تاویل کیے بغیر ان صفات کو ظاہری مفہوم پر محمول کرتا ہے......''

امام موصوف نے صفات باری تعالیٰ کے بارے میں تاویل کرنے والوں اور ان کو ظاہری مفہوم پر محمول کرنے والوں دونوں کو اہل السنّت والجماعت میں شامل کیا ہے۔ بعینہٖ یہی کچھ لفظی اختلاف کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن الوزیر یمانی(۳۶) نے اور ابن ابی العز الحنفی نے شرح عقیدہ طحاویہ میں لکھا ہے۔(۳۷)

اہل السنّت والجماعت کے عقائد کی حمایت اور معتزلہ کے ردِ عمل کے طور پر اشاعرہ اور ماتریدیہ کے نام سے دو طاقتور تحریکیں تیسری رچوتھی صدی ہجری میں برپا ہوگئیں جن کا بہت سارے بنیادی مسائل میں مکمل اتفاق کے ساتھ چند ایک فروع میں اختلاف بھی تھا جو کہ معمولی نوعیت کا تھا۔

اشاعرہ کون تھے؟

امام اشعری کا نام علی بن اسماعیل ہے۔ پیدائش ۲۶۰ھ میں بصرہ کے مقام پر ہوئی اور ۳۳۰ھ کے لگ بھگ بغداد میں وفات پائی۔ انہوں نے معتزلہ کے شیخ ابوعلی جبائی سے تعلیم پائی تھی' چنانچہ وہ معتزلہ کے ساختہ پرداختہ اور ان کے دسترخوان علم و فضل سے فیض یافتہ تھے۔ فصاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ زمانۂ شاگردی میں اپنے استاد کی طرف سے مناظرہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن خواب میں ہدایت ہوئی جس کی بنا پر بروز جمعہ لوگوں کو اکٹھا کر کے یہ تقریر کی جو المذاہب الاسلامیہ کے حوالہ سے ہم نقل کر رہے ہیں:

''اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا اسے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میرا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتا۔ میں نے برا کیا۔ اب اس سے توبہ کرتا ہوں اور معتزلہ کی تردید کے درپے ہوں......

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگو! میں کچھ عرصہ غائب رہ کر دلائل کا موازنہ کرتا رہا اور مجھے ان میں کچھ فرق نظر نہ آیا۔ میری نگاہ میں سبھی دلائل یکساں نوعیت کے تھے...... میں نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی کہ مجھے راہِ حق پر گامزن کر دے۔ چنانچہ جو ہدایت مجھے دربارِ ربّی سے ارزانی ہوئی اسے میں نے اپنی کتابوں میں لکھ دیا۔ سابقہ عقائد کے لبادہ کو میں نے یوں اتار پھینکا جیسے یہ لباس اُتار رہا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا کپڑا جسے اوڑھ رکھا تھا اتار دیا اور اپنی کتابیں جو محدثین وفقہاء کے طرز پر لکھی تھیں لوگوں کے حوالہ کر دیں''۔(۳۸)

بعد ازاں بغداد جا کر حدیث وفقہ کی تکمیل کی اور معتزلہ کے رد میں کثرت سے کتابیں لکھیں۔ شافعیہ میں ان کی بڑی قدر ومنزلت ہوئی اور سینکڑوں ہزاروں علماء ان کے شاگرد ہو گئے۔ ان میں سے مشہور بزرگوں کے چند نام درج ذیل ہیں: ابوبکر قفال' ابوزید مروزی' ابوبکر جوزجانی' ابوعبداللہ الطائی' شیخ ابومحمد الطبری ابوالحسن باہلی۔ یہ لوگ اگرچہ خود بھی مشہور اور نامور تھے لیکن ان کے شاگرد ابوبکر باقلانی' ابواسحاق اسفرائینی' ابوبکر بن فورک اور پھر ان کے شاگرد امام الحرمین عبدالملک الجوینی' امام غزالی اور امام رازی وغیرہ ان سے بھی زیادہ نامور ہوئے۔ ان لوگوں کی عظمت واقتدار کی وجہ سے امام اشعری کی تصنیفات تمام دنیا میں پھیل گئیں۔

امام اشعری کی تصنیفات میں اہل السنّت کے جو عقیدے قرار دیے گئے ہیں وہ امام غزالی نے احیاء علوم الدین کے دیباچے میں قواعد العقائد کے نام سے شامل کیے ہیں۔ امام غزالی کے بعد امام رازی نے ان مسائل کو زیادہ منقح کر کے پیش کیا۔ ان کے بعد سب ان ہی کے خوشہ چین ہوتے آئے ہیں۔ اشعری مسلک کے جو مہمات مسائل ہیں اور جو بقول اشاعرہ سنت اور اعتزال میں حد فاصل ہیں وہ امام غزالی و امام رازی کے اصل الفاظ میں درج ذیل ہیں:

(۱) یجوز علی اللّٰہ سبحانہ و تعالٰی ان یکلف الخلق ما لا یطیقو نہ خلافا للمعتزلۃ۔

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے جائز ہے کہ انسان کو اس کام کی تکلیف دے جو اس کی طاقت سے باہر ہے۔ معتزلہ کو اس مسئلہ میں ان سے اختلاف ہے۔''

(۲) ان للّٰہ عزوجل حق ایلام الخلق و تعذیبھم من غیر جرم سابق ومن غیر ثوابِ لاحق خلافا للمعتزلۃ۔

''اللہ عزوجل کو حق ہے کہ مخلوقات کو عذاب دے بغیر اس کے کہ ان کا کوئی جرم ہو یا ان کو ثواب دے بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ معتزلہ کو اس سے اختلاف ہے۔''

(۳) ان تعالٰی یفعل بعبادہٖ ما یشاء فلا یجب علیہ رعایۃ الا صلح لعبادہ...... خلافاً للمعتزلۃ۔

''اللہ اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کرے اس کے لیے وہ کام ضروری نہیں جو اس کے بندوں کے لیے زیادہ مناسب ہو' معتزلہ کو اس سے اختلاف ہے۔''

(٤) ان معرفۃ اللّٰہ سبحانہ و تعالٰی و طاعتہ واجبۃ بایجاب اللّٰہ و شرعہ لا بالعقل خلافاً للمعتزلۃ۔

''اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت اور اس کی اطاعت شریعت کی رو سے واجب ہے' عقل کی رو سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں۔ معتزلہ کو اس سے اختلاف ہے۔''

(۵) المیزان حق و وجھه ان اللّٰہ تعالٰی یحدث فی صحائف الاعمال وزناً۔

''ترازو حق ہے اور وہ اس طرح کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نامہ اعمال کے دفتروں میں وزن پیدا کر دے گا۔''

یہ تمام عقائد اپنی عبارتوں کے ساتھ احیاء العلوم کے دیباچے میں مذکور ہیں۔

(٦) قال اصحابنا دلت الایة علی انه تعالٰی لا یراعی مصالح الدین والدنیا (۳۹)

امام رازی لکھتے ہیں: ''ہمارے اصحاب (اشاعرہ) اس بات کے قائل ہیں کہ اس آیت قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین و دنیا کی مصلحتوں کا لحاظ نہیں کرتا۔''

(۷) ان البنیة لیست شرطاً فی الحیٰوۃ فالنار علی ما ھی علیه یجوز ان یخلق اللّٰہ الحیٰوۃ والعقل والنطق فیھا وعند المعتزلة ذلك غیر جائز (۴۰)

''زندگی کے لیے کوئی جسم یا خاص بناوٹ شرط نہیں۔ مثلاً آگ میں اللہ تعالیٰ زندگی، عقل اور گویائی پیدا کر سکتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔''

(۸) لا یمتنع ان یحضر عندنا جبال شاھقة واصوات عالیة ونحن لا نبصرھا ولا نسمعھا ولا یمتنع الینا ان یبصرہ الاعمی الذی یکون بالمشرق بقة بالمغرب وبالجملة فانه منکر جمیع تأثیرات الطبائع والقوی۔ (۴۱)

''یہ ناممکن نہیں کہ ہمارے سامنے اونچے اونچے پہاڑ موجود ہوں اور بلند آوازیں آتی ہوں اور ہم کو دکھائی اور سنائی نہ دیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک اندھا مشرق میں بیٹھا ہوا مغرب کے ایک مچھر کو دیکھ لے۔ مختصر یہ کہ امام اشعری طبیعت اور قویٰ کی تمام تأثیرات کے منکر ہیں۔''

(۹) اما اھل السنة فقد جوزوا ان یقدر الساحر علی ان یطیر فی الھواء ویقلب الانسان حمارًا والحمار انسانًا۔ (۴۲)

''اہل السنّت کے نزدیک جادوگر اس بات پر قادر ہو سکتا ہے کہ ہوا میں اُڑے اور انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنا دے۔''

(۱۰) لا تأثیر لقدرۃ العبد فی افعاله۔

''بندے کے افعال میں بندے کی قدرت کا کچھ اثر نہیں۔''

(۱۱) ان اللّٰہ یرید الکفر من الکافر والعصیان من العاصی۔

''کافر کا کفر اور گناہگار کا گناہ خود اللہ نے چاہا تھا۔''

یہ وہ عقائد ہیں جو اشعریہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان کے سوا اور بھی عقائد ہیں جن کو اجمالاً امام غزالی نے احیاء العلوم کے شروع میں نقل کیا ہے، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذاتِ الٰہی: (۱) اللہ موجود ہے۔ (۲) واحد ہے۔ (۳) قدیم ہے۔ (۴) جوہر نہیں ہے۔ (۵) عرض نہیں ہے۔ (۶) کسی جہت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ (۷) کسی مکان میں نہیں ہے۔ (۸) وہ نظر آ سکتا ہے۔ (۹) ہمیشہ رہے گا۔ (۱۰) جسم نہیں ہے۔

صفاتِ الٰہی : (۱) اللہ زندہ ہے۔ (۲) عالم ہے۔ (۳) قادر ہے۔ (۴) صاحب ارادہ ہے۔ (۵) سنتا ہے۔ (۶) دیکھتا ہے۔ (۷) بولتا ہے۔ (۸) حوادث کا محل نہیں۔ (۹) اس کا کلام قدیم ہے۔ (۱۰) اس کا علم وارادہ ہے۔

افعالِ الٰہی : (۱) افعال عباد کا خالق اللہ ہے۔ (۲) افعال عباد کے مکتسب عباد ہیں۔ (۳) اللہ نے ان افعال کا ہونا چاہا۔ (۴) اللہ نے جو خلق واختراع کیا یہ اس کا احسان ہے۔ (۵) اللہ کے لیے تکلیف مالایطاق دینا جائز ہے۔ (۶) بے گناہ کو سزا دینا اس کے لیے جائز ہے۔ (۷) اس پر مصلحت کی پابندی نہیں۔ (۸) واجب وہی چیز ہے جو شرع کی رو سے واجب ہے۔ (۹) انبیاء کا مبعوث ہونا ممکن ہے۔ (۱۰) محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت معجزات سے ثابت ہے۔

الحاصل یہ کہ اشاعرہ کے وہ مخصوص مسائل جو ان کی پہچان کا ذریعہ بن گئے تھے‘ درج ذیل ہیں:

(۱) انسان اپنے افعال پر قدرت مؤثرہ نہیں رکھتا۔ تاہم جبر سے بچنے کے لیے انہوں نے کسب کا قول اختیار کیا۔ بعد میں امام رازی نے کسب کا پردہ اٹھا کر اپنی تفسیر کبیر میں صاف صاف جبر کا قول اختیار کیا اور اس پر جابجا دلیلیں قائم کی ہیں۔

(۲) اللہ کے افعال کا بغیر کسی مصلحت وحکمت کے ہونا۔

(۳) حسن وقبح کا عقلی نہ ہونا۔

(۴) زندگی کے لیے جسم کا مشروط نہ ہونا۔

(۵) دیکھنے کے لیے رنگ‘ جسم اور جہت کا مشروط نہ ہونا۔

(۶) کسی شے میں کسی خاصیت کا نہ ہونا۔

(۷) اشیاء میں سبب ومسبب کا سلسلہ نہ ہونا۔

امام اشعری کے مذکورہ بالا مخصوص مسائل کے اثبات میں امام غزالی اور امام رازی نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے مگر افسوس کہ ان کی یہ کوششیں رائیگاں گئیں‘ کیونکہ وہ مسائل ہی اس قسم کے تھے کہ ان کے اثبات میں جو کوشش کی جاتی رائیگاں جاتی۔ کیوں کہ یہ مسائل کہ:

اللہ تکلیف مالایطاق دیتا ہے۔

مسببات اسباب پر مبنی نہیں ہیں۔

جسم شرطِ حیات نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جادو سے آدمی گدھا بن جاتا ہے۔
اللہ کے افعال کسی مصلحت وحکمت کے بغیر ہیں۔
کسی شے کے حسن وقبح کو عقل سے نہ سمجھنا وغیرہ' جیسے مسائل کس طرح ثابت کیے جا سکتے ہیں؟
(جاری ہے)

حواشی

(۱) لسان العرب' بذیل مادہ ا ۔ ھـ ۔ ل۔
(۲) القاموس المحیط' محمد بن یعقوب' محمد بن ابراھیم الفیروز آبادی' م ۸۱۷ھـ ۔ دار الکتب العلمیہ' ۴۵۳/۳۔
(۳) مفردات القرآن' راغب اصفہانی حسین بن محمد بن مفضل' م ۵۰۰ھـ ۔ مترجم' اھل حدیث اکادمی' کشمیری بازار لاھور۔
(۴) لسان العرب بذیل مادہ ا۔ھـ۔ل۔
(۵) لسان' بذیل مادہ ا ۔ ھـ ۔ل۔
(۶) النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر' ابن الاثیر: ۸۲/۱
(۷) سنن ابی داوٗد' کتاب السنۃ ' باب شرح السنۃ' حدیث ۴۶۰۷۔
(۸) مفردات القرآن بذیل مادہ س ن ن ۔
(۹) النھایۃ : ۴۰۶/۲۔
(۱۰) مسلم الثبوت مع شرحہ فواتح الرحموت بذیل المستصفی' ح ۲/۔
(۱۱) لسان العرب' بذیل مادہ ج ۔ م ۔ع۔
(۱۲) صحیح البخاری' کتاب الاذان' باب اثنان فما فوقھما جماعۃ (ترجمۃ الباب)۔ وسنن ابن ماجہ' کتاب اقامۃ الصلاۃ والسُّنّۃ فیھا' باب الاثنان جماعۃ۔
(۱۳) صحیح البخاری' کتاب الاذان' باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ۔ وصحیح مسلم' کتاب المساجد' باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنھا۔ وسنن النسائی' کتاب الامامۃ' باب فضل الجماعۃ۔ وسنن الترمذی' کتاب الصلوٰۃ' باب ما جاء فی فضل الجماعۃ۔ وسنن ابن ماجہ' کتاب المساجد' باب فضل الصلوٰۃ فی المسجد۔
(۱۴) صحیح البخاری' کتاب الفتن' باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ' وکتاب المناقب' باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ وصحیح مسلم' کتاب الامارۃ' باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظھور الفتن وفی کل حال وتحریم الخروج من الطاعۃ ومفارقۃ الجماعۃ۔ وسنن ابن ماجۃ' کتاب الفتن' باب العزلہ۔ وسنن الترمذی' ابواب الفتن' باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ۔
(۱۵) صحیح البخاری' کتاب الصلوٰۃ' باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب وکتاب العیدین باب اعتزال الحیض المصلی وکتاب الحیض' باب شھود الحائض العیدین ودعوۃ المسلمین ویعتزلن المصلی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(١٦) مسند احمد بن حنبل: ٢٢٩/٣۔
(١٧) الشرح والأبانة، ص ٢٠٦۔
(١٨) الاحكام فی اصول الاحکام: ١٢٨/٤۔
(١٩) الفرق بین الفرق، عبدالقاهر بن طاهر البغدادی م ٤٢٩ھ، دار الافاق الجدیدة، بیروت، ط ١٩٧٧ء، ص ١٠۔
(٢٠) سنن ابی داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة۔ وسنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب افتراق الامم۔ وسنن الترمذی، ابواب الایمان عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی افتراق هذه الامة۔
(٢١) سنن الترمذی، ابواب الایمان عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی افتراق هذه الامة۔
(٢٢) سنن الترمذی، ابواب الامثال عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی مثل الصلوٰة والصیام والصدقة، والصحیح لابن خزیمة، ١٩٥/٣۔ والسنن الکبریٰ للبیهقی ١٥٧/١٨۔
(٢٣) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، مکتبه امدادیة، ملتان ٢١٦/٧۔
(٢٤) لا سنة ولا شیعة، محمد علی الزعبی، ص٦٧۔
(٢٥) حواله سابق۔
(٢٦) الابانة عن شریعة الفرق الناجیة، طبع بیروت ١٩٨٨ء، ٣٧٧/١۔
(٢٧) الکلام اور علم الکلام، شبلی نعمانی، مسعود پبلشنگ ہاؤس، کراچی، مطبوعہ ١٩٦٤ء۔
(٢٨) الملل والنحل، اردو ترجمہ پروفیسر علی محسن صدیقی کراچی یونیورسٹی، صفحہ ٣٩۔
(٢٩) الملل والنحل ص:٣٨۔ مع اضافه و تشریحات۔
(٣٠) اشاعرہ کے یہ عقائد شرح مواقف وغیرہ عقائد کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو الکلام وعلم الکلام، ص ٢٩۔
(٣١) الفرق بین الفرق، عبد القاهر بغدادی، ص ٣٠٠ تا ٣٠٣ ملخصًا۔
(٣٢) العین والاثر، ص ٥٢۔
(٣٣) لوامع الانوار شرح عقیدتیة، ٧٣/١۔
(٣٤) ایضاً: ٧٦/١۔
(٣٥) اقاویل الثقات، ص ١٣٣۔
(٣٦) العواصم والقواصم: ٣٣١/٣ و ١١٨/٤۔
(٣٧) شرح العقیدة الطحاویة، ص ١١٨۔
(٣٨) المذاهب الاسلامیة، ص ٢٠٤ و ٢٠٥۔
(٣٩) تفسیر کبیر، سورة المائدة، آیت ﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا﴾
(٤٠) تفسیر کبیر، تفسیر سورة الفرقان، آیت ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾
(٤١) المطالب العالیة، امام رازی، بحث شبهات بر نبوت۔
(٤٢) تفسیر کبیر، قصه هاروت و ماروت۔

۞۞۞

© rasailojaraid.com